OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

Al-Qamar, Volume 8, Issue 4 (October-December 2025)

تفسیرِ قرآن میں تفکّر و تدبّر کے اصول: ایک تحقیقی مطالعہ

Principles of Reflection and Contemplation in Qur'anic Exegesis: A Research Study

Hafiz Muhammad Ramzan

PhD Research Scholar, Islamic Studies, University of Sialkot

Email: *hafiz54604@gmail.com*

Dr. Ali Raza Yousuf

Assistant Professor, Department of Islamic Studies, University of Sialkot

Email: *dralirazayousaf@gmail.com*

DOI: https://doi.org/10.53762/alqamar.08.04.u11

Abstract

This research study examines the foundational principles of *tafakkur* (reflection) and *tadabbur* (deep contemplation) in the interpretation of the Holy Qur'an, emphasizing their essential role in achieving a balanced, authentic, and methodologically sound understanding of the divine text. While the Qur'an repeatedly urges believers to reflect upon its verses, this study argues that such contemplation is neither unrestricted nor purely subjective; rather, it must operate within a well-defined scholarly framework rooted in the Qur'an itself, the Sunnah of the Prophet ﷺ, the understanding of the Companions, Arabic linguistics, context, and established principles of tafsīr. The article critically analyzes contemporary trends that either excessively restrict Qur'anic reflection to specialists alone or, conversely, promote unregulated personal interpretations detached from classical

CC BY

methodology. By surveying classical and modern scholarly approaches, the study clarifies the legitimate scope, limits, and objectives of reflective interpretation, highlighting the dangers of intellectual deviation arising from non-principled exegesis. Ultimately, the research demonstrates that disciplined *tafakkur* and *tadabbur* are indispensable for preserving the Qur'an's theological integrity, intellectual coherence, and practical guidance, while ensuring that interpretation remains aligned with the objectives of divine revelation and the welfare of the Muslim Ummah.

Keywords: Qur'anic Exegesis, Tafakkur (Reflection), Tadabbur (Contemplation), Principles of Interpretation, Methodology of Tafsir, Qur'anic Understanding, Islamic Scholarship, Intellectual Discipline

تعارفِ موضوع: Introduction

قرآنِ مجید اسلام کا بنیادی، قطعی اور آفاقی ماخذ ہے، جو انسانیت کی ہدایت، فکری رہنمائی اور عملی زندگی کے لیے جامع نظام پیش کرتا ہے۔ اس کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ وہ صرف احکام و ہدایات تک محدود نہیں بلکہ انسانی عقل، شعور اور فکر کو مسلسل بیدار کرتا ہے۔ قرآن مجید میں غور و فکر کرنے کی دعوت اس صحیفہ انقلاب کے نازل کرنے والے کی طرف سے دی گئی ہے۔ بطورِ محاورہ قرآن مجید کی تفسیر میں تفکّر و تدبّر کے لئے مختلف الفاظ بیان کئے گئے ہیں۔ قرآن مجید میں فہم قرآن کے لئے لفظ "تفکّر مع مشتقات قریباً سترہ (17) بار استعمال ہوا ہے، جبکہ لفاظ "تدبّر" مع مشتقات سات (7) بار استعمال ہوا ہے۔ جیسے درایت (reasoning)، فہم (understanding)، ادراک (consciousness)، تفکّر (thinking)، تدبّر (deliberation)، تذکر (refreshing)، اور تفقہ (comprehension) وغیرہ۔ لیکن قرآن نے سب سے زیادہ لفظ 'تفکّر' کا ہی استعمال کیا ہے، یعنی غور و فکر کرو۔ اسی طرح قرآن نے کئی جگہ غور و فکر کو تجربی مشاہدہ (empirical observation) سے جوڑ کر بیان کیا ہے، جیسے ارشاد ہے" قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ[1]"(فرما دیجئے: تم لوگ دیکھو تو (سہی) آسمانوں اور زمین (کی اس وسیع کائنات) میں قدرتِ الٰہیہ کی کیا کیا نشانیاں ہیں اور (یہ) نشانیاں اور (عذابِ الٰہی سے) ڈرانے والے (پیغمبر) ایسے لوگوں کو فائدہ نہیں پہنچا سکتے جو ایمان لانا ہی نہیں چاہتے) اور " اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ

شَيْءٍ ۙ وَّاَنْ عَسٰٓي اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ[2]"(کیا انہوں نے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت میں اور (علاوہ ان کے) جو کوئی چیز بھی اللہ نے پیدا فرمائی ہے (اس میں) نگاہ نہیں ڈالی؟ اور اس میں کہ کیا عجب ہے ان کی مدتِ (موت) قریب آچکی ہو، پھر اس کے بعد وہ کس بات پر ایمان لائیں گے) وغیرہ آیات میں۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ قرآن حکیم نے غور و فکر کے مختلف طریقے بتائے ہیں، جن سے انسان کو نہ صرف یہ سمجھ میں آسکتا ہے کہ اسے اپنی قوتِ فکر و عقل کا استعمال کہاں کہاں کرنا چاہیے، بلکہ ان سے فہم و شعور کی بہت سی نئی راہیں کھلتی ہیں اور نئے شعبوں کی طرف رہنمائی حاصل ہوتی ہے قرآنِ حکیم اپنے مخاطبین کو بارہا غور و فکر، تدبّر، تعقّل اور تذکّر کی دعوت دیتا ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے" وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ[3]" (اور بیشک ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کر دیا ہے تو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے) جس سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ قرآن کا فہم محض ظاہری تلاوت یا لفظی ترجمہ تک محدود نہیں، بلکہ اس کے معانی، مقاصد اور نتائج پر گہرے غور کا متقاضی ہے۔ تفسیرِ قرآن کی تاریخ میں تفکّر و تدبّر کو ہمیشہ ایک بنیادی اصولی حیثیت حاصل رہی ہے۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین اور آئمۂ تفسیر نے قرآن کو نہایت سنجیدگی، فکری گہرائی اور علمی احتیاط کے ساتھ سمجھا۔ ان حضرات کے نزدیک تدبّر کا مطلب یہ نہیں تھا کہ ہر شخص اپنی رائے اور ذوق کے مطابق قرآن کی تعبیر کرنے لگے، بلکہ تدبّر ایک منضبط علمی عمل تھا جو وحی، سنت، لغتِ عرب، سیاق و سباق اور فہمِ سلف کے تابع ہوتا تھا۔ تاہم عصرِ حاضر میں قرآن فہمی کے حوالے سے دو متضاد رجحانات سامنے آئے ہیں۔ ایک طرف بعض حلقے تدبّر کو اس حد تک محدود کر دیتے ہیں کہ گویا قرآن پر غور کرنا صرف مخصوص اہلِ علم کا حق ہے، جبکہ عام مسلمان کے لیے اس میں فکر و تدبّر کی کوئی گنجائش نہیں۔ دوسری طرف کچھ جدید فکری رجحانات ایسے ہیں جو تدبّر کے نام پر نصوصِ قرآنیہ کو سلفی منہج اور اصولِ تفسیر سے کاٹ کر محض عقلی یا ذاتی تعبیرات کا موضوع بنا دیتے ہیں۔ یہ دونوں اطراف کے رجحانات قرآن فہمی کے توازن کو متاثر کرتے ہیں۔ ایسے حالات میں یہ امر نہایت ضروری ہو گیا ہے کہ تفسیرِ قرآن میں تفکّر و تدبّر کے اصولوں کا ایک جامع، اصولی اور تحقیقی مطالعہ کیا جائے، تاکہ یہ واضح کیا جا سکے کہ تدبّر کہاں ضروری ہے، اس کی حدود کیا ہیں، اور کن اصولوں کی پابندی کے بغیر تدبّر فکری انحراف کا سبب بن سکتا ہے؟ زیرِ نظر تحقیقی مقالہ اسی ضرورت کے پیشِ نظر مرتب کیا گیا ہے۔

اہمیت و ضرورت:Significance Study

تفسیرِ قرآن میں تفکّر و تدبّر کے اصولوں پر تحقیق کی اہمیت کئی جہات سے نمایاں ہے۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ قرآنِ مجید خود تدبّر کا مطالبہ کرتا ہے۔ متعدد قرآنی آیات میں انسان کو یہ سوال کر کے جھنجھوڑا گیا ہے کہ کیا وہ قرآن میں غور نہیں کرتا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

" اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۭوَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا[4]"

(تو کیا وہ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے، اور اگر یہ (قرآن) غیر خدا کی طرف سے (آیا) ہوتا تو یہ لوگ اس میں بہت سا اختلاف پاتے) اس سے یہ اصولی حقیقت واضح ہوتی ہے کہ تدبّر نہ صرف جائز بلکہ مطلوبِ شرع ہے، البتہ اس کا صحیح منہج متعین ہونا ضروری ہے۔ دوسری اہم جہت یہ ہے کہ عصرِ حاضر میں فکری، فلسفیانہ اور الحادی سوالات کی بھرمار ہے۔ جدید تعلیم یافتہ طبقہ قرآن کو عقل و فکر کی کسوٹی پر پرکھنا چاہتا ہے۔ اگر تفسیرِ قرآن میں تدبّر کے اصول واضح نہ کیے جائیں تو یا تو نوجوان طبقہ قرآن سے فکری ربط کھو بیٹھے گا یا پھر غیر اصولی تعبیرات کی طرف مائل ہو جائے گا۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

" عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اتَّقُوا الْحَدِيثَ عَنِّي إِلَّا مَا عَلِمْتُمْ، فَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ، وَمَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بِرَأْيِهِ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ[5]

"(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میری طرف سے کوئی بات اس وقت تک نہ بیان کرو جب تک کہ تم (اچھی طرح) جان نہ لو کیونکہ جس نے جان بوجھ کر جھوٹی بات میری طرف منسوب کی تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے اور جس نے قرآن میں اپنی عقل ورائے سے کچھ کہا وہ بھی اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے "۔) اس تحقیق کے ذریعے تدبّر کے صحیح اور متوازن منہج کو واضح کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ بعض جدید تفسیری رجحانات میں عقل کو وحی پر حاکم بنادیا گیا ہے، جس کے نتیجے میں نصوصِ قطعیہ کی تاویلات، معجزات کی عقلی تعبیرات اور احکامِ شرعیہ کی نئی تشریحات سامنے آرہی ہیں۔ اسلام مخالف جدید افکار و نظریات کا دلدادہ طبقہ ہمہ وقت اس کوشش میں ہے کہ قرآن مجید کو اپنی مرضی اور منشا کے مطابق اپنے اپنے مفاد کے لئے تاویل و تفسیر کرلے۔ اور خصوصاًوہ طبقہ جو احادیثِ نبویہ کا انکاری ہے وہ اپنی مرضی سے قرآن کے معانی ومافہیم اپنے افکار کے مطابق ڈھالنا چاہتا ہے، لازم تھا کہ تفسیرِ قرآن میں تفکّر و تدبّر کے اصول بیان کئے جائیں تاکہ قرآن مجید سے حقیقی ہدایت حاصل کرنے کے لئے راہ ہموار ہو سکے۔ یہ تحقیق اس امر کی وضاحت کرتی ہے کہ اسلام میں عقل کا مقام کیا ہے اور وہ کس طرح وحی کے تابع رہتے ہوئے تدبّر کا فریضہ انجام دیتی ہے۔ مزید برآں، جامعات اور دینی اداروں میں تفسیرِ قرآن کے طلبہ کے لیے یہ تحقیق ایک اصولی رہنمائی فراہم کرتی ہے، جس سے وہ تدبّر اور ذاتی رائے کے درمیان فرق کو سمجھ سکتے ہیں۔ اس طرح یہ مقالہ علمی، تعلیمی اور فکری تینوں سطحوں پر اپنی آفادیت رکھتا ہے۔

موجودہ زمانہ میں قرآن پاک کی تفسیر کرنے میں خاص طور پر وہ طبقہ جو احادیث نبویہ کو ایک طرف رکھ کر اپنی من مانی کی تفسیر کرنا چاہتا ہو اس کو بتانا مقصود ہے کہ قرآن کی تفسیر کرنے میں سلف وصالحین نے قرآن و سنت کی روشنی میں اصول وضع کئے ہیں جن کی روشنی میں قرآن کے مفاہیم کو سمجھا جائے۔

اس موضوع پر سابقہ مواد کے حوالے سے " قرآن کریم میں غور و فکر کے طریقے[6]" اس ریسرچ آرٹیکل میں تفسیرِ قرآن میں تفکّر و تدبّر کے اصولوں پر بات نہیں کی گئی بلکہ مختلف طرق پر بات کی گئی ہے جو قرآن مجید میں غور و فکر میں معاونت کرتے ہیں۔ اسی طرح "اسلام اور دورِ حاضر کے شبہات و مغالطے[7]" اس کتاب میں قرآن فہمی کے لئے جو طریقے وضع کئے گئے ہیں

اپ پر بحث کی گئی ہے کہ وہ طریقے قرآن مجید کی تفہیم میں کہاں تک ٹھیک ہیں اور کہاں تک ٹھیک نہیں ہیں۔ اور عوام الناس میں جو شبہات پائے جاتے ہیں ان کا حل بیان کیا گیا ہے جب کہ زیرِ تحقیق آرٹیکل قرآن مجید کی تفسیر میں تفکّر و تدبّر کے اصولوں پر جامع بحث کی گئی ہے۔ ان کے علاوہ " قرآن میں مذکور تفکّر و تدبّر اور مترادفات کلمات واصطلاحات کا تحقیقی مطالعہ "

(The Research Study of Pondering (Tafakkur), Contemplation (Tadabbur), and their Synonymous words and terms mentioned in the Qur'an).[8]

اس تحقیقی آرٹیکل میں تفکّر و تدبّر کے مترادفات پر بات کی گئی ہے۔ اور اُن سب آیات کو اکٹھا کر دیا گیا ہے جن میں "تفکّر اور تدبّر" استعمال ہوئے ہیں۔

اس ریسرچ کی حدود و قیود کی بات کی جائے تو قرآن مجید کی تفسیر میں جو اصول بیان کئے جاتے ہیں جو کہ قریباً ہر مفسّر کے پیشِ نظر ہوتے ہیں جن کو قریباً ہر مفسّر مقدمہ میں بیان کر دیتا ہے، جن کا تعارف ذیل میں کروا دیا جائے گا مگر اس ریسرچ آرٹیکل میں تفسیرِ قرآن میں تفکّر و تدبّر کے ان صولوں پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے جو ہر ہر آیت سے متعلقہ مضامین بنتے ہیں۔ ایک مفسّر ہر ایک مضمون پر غور و فکر کرے اور احکام و مسائل کا استنباط کرے، یعنی جس علم و فن سے متعلقہ آیت ہو مفسّر کو چاہیے اس علم و فن کے بارے میں کما حقہ نہیں جانتا تو اس علم کے ماہرین سے رائے لے، مثال کے طور پر فقہی مسائل، میں فقہا کی رائے لے، معیشت کی بات تو معیشت کے ماہرین سے رابطہ کرے، قانون سے متعلق بات ہو تو ماہرینِ قوانین و تعزیرات کا علم رکھنے والے سے مشاورت کرے، سائنس و ٹیکنالوجی کی بات ہو تو اس علم سے متعلقہ لوگوں کی رائے اخذ کرے تاریخی و جغرافیہ کی بات ہو تو اس علم کے اہلِ علم سے رابطہ کرے، الغرض جس علم و فن کی بات ہو تو اس علم و فن کے بارے میں حتی القدور کوشش کرے کہ انصاف کرے۔ اکثر و بیشتر تفسیرِ قرآن جن اصولوں پر کی جاتی ہے ان کو "تدبّر قرآن[9]" میں ذکر کیا گیا جن کا تعارف بطورِ اسماء ذیل میں موجود ہے۔

1: تفسیر قرآن بالقرآن۔ 2: سنتِ متواترہ و مشہورہ۔ 3: احادیث و آثارِ صحابہ۔ 4: شانِ نزول۔ 5: کتبِ تفسیر۔ 6: قدیم آسمانی صحیفے۔ 7: تاریخ عرب (لغتِ عرب)

علامہ آلوسیؒ نے بھی تفسیرِ قرآن مجید میں جو سات اصول بیان کئے ہیں وہ یہ ہیں:

فا مّاما يحتاجه التفسير فأمور الأول: علم اللغة لأن به يعرف شرح مفردات الألفاظ ومعلولاتها بحسب الوضع ولا يكفي اليسير إذ قد يكون اللفظ مشتركاً وهو يعلم أحد المعنيين والمراد الآخر فمن لم يكن عالماً بلغات العرب لا يحل له التفسير كما قاله مجاهد وينكل كما قاله-----------------معرفة الإجمال والتبيين والعموم والخصوص والإطلاق والتقييد ودلالة الأمر والنهي وما أشبه هذا وأخذوه من أصول الفقه السادس: الكلام فيما يجوز على الله وما يجب له وما يستحيل عليه والنظر في النبوة ويؤخذ هذا من

علم الكلام ولولاه يقع المفسر في ورطات السابع : علم القراءات لأنه به يعرف كيفية النطق بالقرآن، وبالقراءات ترجح بعض الوجوه المحتملة على بعض هذا"[10]

قرآن مجید کی تفسیر میں علم لغت کی ضرورت ہے کیونکہ علم لغت کے ذریعہ مفردات قرآن کے جنسی معنی معلوم ہوتے ہیں اور صرف اور نحو کے قواعد کا علم ضروری ہے کیونکہ اس سے قرآن مجید کی حرکات اور اعراب کا علم ہوتا ہے اور یہ پتا چلتا ہے کہ فلاں اعراب اور حرکت کے لحاظ سے قرآن مجید کا کیا معنی ہے؟۔ معانی علمِ بیان اور بدیع (فصاحت و بلاغت) کے علم کی ضرورت ہے کیونکہ اس کے ذریعہ مقتضی حال کے اعتبار سے معانی، حقیقت مجاز اور کنایات کے مختلف پیرایوں کے اعتبار سے قرآن مجید کے معنی اور حسین کلام کا علم ہوتا ہے۔ علمِ حدیث کی ضرورت ہے اس سے اسباب نزول کا علم ہوتا ہے، علم اصولِ فقہ کی ضرورت ہے اس سے قرآن مجید کے عام، خاص، مطلق، مقید اور امر اور نہی کی دلالت کا علم ہوتا ہے۔ علم کلام کی ضرورت ہے تاکہ معلوم ہو کہ اللہ تعالی کے لیے کیا چیز جائز ہے اور کیا محال ہے اور نبی کی صفات اور اس کے مقام کا علم ہو اور علم قراءت کی ضرورت ہے تاکہ بعض قراءات کے بعض پر راجح ہونے کی وجہ معلوم ہو سکے۔"

مقاصد تحقیق:

1: تدبّر قرآن کے بنیادی اصولوں کو قرآن، سنت اور فہم سلف کی روشنی میں مرتب کرنا

2: غیر اصولی تدبّر کے فکری نتائج کا تنقیدی جائزہ لینا۔

3: تفسیرِ قرآن میں تفکّر و تدبّر کے مفہوم کو علمی و اصولی انداز میں واضح کرنا۔

سوالات تحقیق:

سوالِ تحقیق کے حوالے سے دیکھا جائے تو مندرجہ ذیل سوالات جنم لیتے ہیں جن کی وجہ سے منتخب کردہ موضوع پر کچھ رقم کرنے کی ضرورت پیش آئی۔

1: تفسیرِ قرآن میں تفکّر و تدبّر کا حقیقی مفہوم اور شرعی حیثیت کیا ہے؟

2: وہ کون سے اصول ہیں جو تدبّر قرآن کو صحیح سمت میں رکھتے ہیں؟

3: غیر اصولی تدبّر تفسیرِ قرآن میں کن فکری اور دینی خرابیوں کو جنم دیتا ہے؟

اس ریسرچ آرٹیکل میں بیانیہ تحقیق کی گئی ہے۔ نفسِ مضمون کو اجمالاً مضمون کے انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ ابتداً "تفکّر و تدبّر" کے لغوی و اصطلاحی معانی بیان کئے گئے ہیں۔ وسط میں ان اصولوں کو بیان کیا گیا ہے جو تفسیرِ قرآن میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔ انتہا میں نتائج و سفارشات بیان کئے گئے ہیں۔

سب سے پہلے علمِ تفسیر کے بارے میں اختصار سے جانتے ہیں۔

علمِ تفسیر:

علمِ تفسیر کے تعریف کے حوالے سے بہت ساری تعریفات کی گئی ہیں، ان میں سے چند ایک تعریفات درج ذیل ہیں۔ علامہ زرکشی لکھتے ہیں:

التفسير علم يعرف به فهم كتاب الله المنزل على نبيه محمد ، وبيان معانيه، واستخراج أحكامه وحكمه. واستمداد ذلك من علم اللغة والنحو والتصريف، وعلم البيان، وأصول الفقه، والقراءات. ويحتاج لمعرفة أسباب النزول والناسخ والمنسوخ۔[11].

تفسیر وہ علم ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی اُس کتاب کو سمجھا جاتا ہے جو اس کے نبی محمد ﷺ پر نازل ہوئی، اس کے معانی کو واضح کیا جاتا ہے، اور اس کے احکام اور حکمتوں کو اخذ کیا جاتا ہے۔ یہ علم لغت، نحو، صرف، علمِ بیان، اصولِ فقہ اور قراءات جیسے علوم سے مدد لیتا ہے، اور اس کے لیے اسبابِ نزول اور ناسخ و منسوخ کا علم بھی ضروری ہوتا ہے۔

"المعرفة بمعانى كلام الله على الوجه الاكمل"[12]

ترجمہ: اس علم کا مقصود کلام الٰہی کے معانی کو مکمل طور پر سمجھنا ہے۔

تفسیر کا لفظ کبھی مفرد اور غریب الفاظ کی تشریح کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔[13]

لغات کی کتابوں میں " التفسير هو الايضاح والتبين" (تفسیر کا معنٰی وضاحت کرنا اور واضح بیان کرنا بھی ہوتا ہے "[14]

جیسا کی قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"وَلَا يَأْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا"[15]

ترجمہ: اور یہ (کفار) آپ کے پاس کوئی (ایسی) مثال (سوال اور اعتراض کے طور پر) نہیں لاتے مگر ہم آپ کے پاس (اس کے جواب میں) حق اور (اس سے) بہتر وضاحت کا بیان لے آتے ہیں)

تفسیرِ قرآن میں تفکّر و تدبّر کے اصول:

تفسیرِ قرآن کے اصولوں کے بارے میں اہلِ علم نے اپنی آراء کو پیش کیا ہے۔

مولانا تقی عثمانی لکھتے ہیں:

> " قرآن کریم کی تفسیر ایک انتہائی نازک اور مشکل کام ہے، جس کے لیے صرف عربی زبان جان لینا کافی نہیں، بلکہ تمام متعلقہ علوم میں مہارت ضروری ہے، چنانچہ علمانے لکھاہے کہ مفسّر قرآن کے لیے ضروری ہے کہ وہ عربی زبان کے نحو و صرف اور بلاغت و ادب کے علاوہ علم حدیث، اصول فقہ و تفسیر اور عقائد و کلام کا وسیع و عمیق علم رکھتا ہو، کیونکہ جب تک ان علوم سے مناسبت نہ ہو، انسان قرآن کریم کی تفسیر میں کسی صحیح نتیجے تک نہیں پہنچ سکتا۔"[16]

ڈاکٹر محمود احمد غازی لکھتے ہیں:

"اس کتاب سے راہنمائی حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کو سمجھنے اور منطبق کرنے میں ان اصولوں اور ان قواعد کی پابندی کی جائے جو حضور ﷺ کے زمانہ سے تفسیر و تشریح قرآن کے لیے برتے جارہے ہیں۔ صحابہ کرام کے اجتماعی طرز عمل اور امت اسلامیہ کے اجتماعی رویہ، تعامل اور فہم قرآن کی رو سے تفسیر قرآن کے لیے ایسے مفصل اصول اور قواعد طے پاگئے ہیں جن کی پیروی روز اول سے آج تک کی جارہی ہے۔ ان اصولوں کا واحد مقصد یہ ہے کہ جس طرح کتاب الہی کا متن محفوظ رہا، اس کی زبان محفوظ رہی، اسی طرح اس کے معانی اور مطالب بھی ہر قسم کی تحریف اور اشتباہ سے محفوظ رہیں، اور اس بات کا اطمینان رہے کہ کوئی شخص نیک نیتی یا بد نیتی سے اس کتاب کی تشریح طے شدہ اصولوں سے ہٹ کر من مانے انداز سے نہ کرنے لگے"[17]

سب سے پہلے "تفکّر و تدبّر" کے لغوی اور اصطلاحی معانی پیش کرتے ہیں:

"تفکّر" کے لغوی معانی:

یہ عربی زبان کا لفظ ہے اور اس کا اصل مادہ "ف، ک، ر" (فکر) ہے۔ تفکّر اسمِ مصدر ہے جس کا معنی ہے سوچ بچار کرنا، غور و فکر کرنا، امام راغب اصفہانیؒ نے مفرادت القرآن میں لکھا ہے "۔ غور و فکر کی خدا داد صلاحیت فقط حضرت انسان کو دی گئی ہے "**الفكرة قوة مطرقة للعلم الى المعلوم**" فکر اس قوت کا نما ہے جو معلوم تک پہنچاتی ہے۔ مزید لکھتے ہیں کہ اس کے معانی میں جو خاص بات ہے وہ یہ ہے کہ انسان کا دل کسی بھی معاملے کی تہہ تک پہنچنے کے لئے غور و فکر کرے۔[18]

"لسان العرب" میں تفکّر کا معنی سمجھاتے ہوئے لکھتے ہیں:۔ "**وتفكّر بمعنى رجل فكير**" اہلِ عرب یہ جملہ اس وقت بولتے جب وہ دیکھتے کہ کوئی شخص کسی بھی معاملہ میں انتہا درجہ کا غور فکر کرنے والا ہوتا۔ یعنی وہ شخص بدرجہ غایت غور و فکر کرنے والا ہو۔[19]

لوئس معلوف لکھتے ہیں:۔ "**الفكير**" اس شخص کو کہا جاتا ہے جو بہت زیادہ سوچ بچار کرنے والا ہو۔ اگر باب "ضرب یضرب" سے بنایا جائے تو اس کا معنی "سوچنا" اور "تامّل" کرنا ہوتا ہے۔[20]

"تدبّر" کے لغوی و اصطلاحی معانی:

"تدبّر" بھی عربی زبان کا لفظ ہے۔ "تدبّر" اسم مصدر ہے اور یہ د۔ ب۔ ر کے مادہ سے ماخوذ ہے۔

جب یہ بابِ تفعیل سے ہو تو "تدبیراً" فعل ماضی سے معنی "غور کرنا" کسی معاملہ کے انجام پر نظر رکھتے ہوئے اس میں غایت درجہ کی غور و فکر کرنا[21]۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے "**فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا**[22] "(پھر ان (فرشتوں) کی قسم جو مختلف اُمور کی تدبیر کرتے ہیں) اس کا معنی سوچنا" انتظام کرنا ہوتا ہے۔

ابنِ منظور الافریقی لکھتے ہیں:

والتدبير في الأمر : أن تنظر إلى ما تؤول إليه عاقبته ، والتدبر : التفكر فيه . وفلان ما يَدْرِي قِبَالَ الأمْرِ من دباره أي أوَّله من آخره . ويقال :إن فلاناً لو استقبل من أمره ما استدبّره لهدِي لِوِجهة أمره أي لو علم في بدء أمره ما علمه في آخره لاستر شد لأمره [23]

کسی معاملے میں منصوبہ بندی کا مطلب ہے اس کے حتمی نتائج پر غور کرنا، اور غور و فکر کا مطلب اس پر غور کرنا ہے۔ فلاں شخص معاملہ کی ابتدا کو اس کے اختتام سے نہیں جانتا، یعنی اس کی ابتدا سے اس کی انتہا کو جانتا ہے۔ کہا جاتا ہے: اگر فلاں کو پہلے سے معلوم ہو جاتا کہ جو کچھ وہ بعد میں معلوم ہوتا ہے تو اس میں بہتری لا سکتا تھا، یعنی اگر اسے شروع میں معلوم ہو جاتا جو وہ آخر میں جانتا ہے تو وہ اپنے فیصلہ اچھے طریقہ سے کر سکتا تھا۔

قرآن مجید میں لفظ "تدبّر" مع مشتقّات سات (7) مقامات پر استعمال ہوا ہے۔

تفسیرِ قرآن کے لئے تفکّر و تدبّر کے اصولوں کی طرف متوجہ ہونا از حد ضروری ہے۔ اگر ان اصولوں سے ماوراء ہو کر تفسیرِ قرآن کی جائے تو بہکنے کے شبہات بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ " يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا"[24]

تفسیرِ قرآن میں تفکّر و تدبّر کے اصولوں کو باعتبارِ تفسیرِ آیات اور باعتبارِ مضامین درج ذیل طرق سے ذکر کیا جاتا ہے:

باعتبارِ آیات تفکّر و تدبّر کے اصول:

علوم القرآن کے عنوان سے متعدد کتاب و مقالات لکھے گئے ہیں۔ ہر ایک نے اپنی سعی کو بطریقِ احسن بروئے کار لاتے ہوئے لکھا ہے۔ احسن اللہ جزاھم۔ تفسیر القرآن کے اصولوں کے بارے میں مولانا شمس الحق افغانیؒ[25] نے "علوم القرآن" کے "پیشِ لفظ" میں دیگر مصنفین و مؤلفین سے ہٹ کر رائے پیش کی ہے کہ تفکّر و تدبّر کا طریقہ اگر مندرجہ ذیل امور کو پیشِ نظر رکھ کر اختیار کیا جائے تو زیادہ مؤثر و موزوں رہے گا۔

ضرورۃ الوحی والقرآن:

اس سے مراد یہ کہ بنی آدم کے لئے وحیِ الٰہی اور قرآن مجید کی ہونے عقلی و فلسفی دلائل سے واضح کیا جائے کہ انسان کی نیک بختی اور بد بختی کے اصول بتلانے کے لئے فقط انسانی عقل ہی کافی نہیں۔ انسان کی حقیقی کامیابی اور بد بختی کے اصول متعین کرنے کے لیے محض انسانی عقل پر اعتماد کافی نہیں۔ **پہلی وجہ:** عقل جن معلومات تک رسائی حاصل کرتی ہے وہ زیادہ تر سائنسی اصولوں کے مطابق تجربات اور مشاہدات کے تجزیے کا نتیجہ ہوتی ہیں، جبکہ سعادت و شقاوت کے اصول کا تعلق عقائد، اخلاق اور اعمال کی ماہیت سے ہے۔ یہ امور محسوسات، تجربات اور مشاہدات کے دائرے سے باہر ہیں، اس لیے نہ تو ان کا تجرباتی تجزیہ ممکن ہے اور نہ ہی ان کے لیے کوئی تجربہ گاہ قائم کی جا سکتی ہے۔

دوسری وجہ: عقل کے فیصلوں میں اکثر وہم اور گمان کی آمیزش ہو جاتی ہے، جس کے نتیجے میں عقل اپنی درست سمت سے ہٹ کر غلط نتائج تک پہنچ جاتی ہے۔

تیسری وجہ: انسانی عقلیں یکساں نہیں ہوتیں۔ صحیح اور متوازن عقلیں کم یاب ہیں، جبکہ بگڑی ہوئی اور متاثر عقلوں کی تعداد ان مسائل میں زیادہ پائی جاتی ہے۔ اس لئے ابدی اور عالمگیر ہدایت ور ہنمائی کی ضرورت ہے جو فقط فہم قرآن و سنت سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔

چوتھی وجہ: عقل کے فیصلے بسا اوقات جذبات کے زیرِ اثر ہوتے ہیں، اور جذبات کی بالا دستی عقل کو خطا کی طرف لے جاتی ہے، جس کے نتیجے میں اس کے فیصلے اکثر درست نہیں رہتے۔ لہٰذا فیصلہ کرنے کے لئے ایک شعور کی ضرورت ہوتی ہے اور جو شعور قرآن فہمی سے حاصل ہوتا ہے وہ کہیں اور سے ممکن نہیں۔

اسی کا نتیجہ ہے کہ دنیا کی مختلف اقوام میں اللہ کی معرفت، حقیقتِ نبوت، جزاو سزا، آخرت، اور نیکی و بدی کے مفاہیم میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔ کوئی قوم شرک کو درست سمجھتی ہے، کوئی تثلیث کو، کوئی صرف خدا پرستی کو حق مانتی ہے اور کوئی مخلوق پرستی کو۔ کہیں گائے کا گوشت کھانا گناہ سمجھا جاتا ہے اور کہیں اسے جائز بلکہ پسندیدہ سمجھا جاتا ہے، کوئی قوم خنزیر خوری کو اچھا سمجھتی ہے اور کوئی اسے حرام قرار دیتی ہے۔ عبادت کے طریقے، اللہ کی رضا کا تصور، نبوت کی حقیقت، اور اعمال کے انجام کے بارے میں بھی اقوام کے نظریات ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔ کوئی جزاو سزا کو جنت و دوزخ کی صورت میں مانتا ہے، کوئی اسے محض روحانی راحت یا تکلیف قرار دیتا ہے، اور کوئی تناسخِ ارواح کا قائل ہے۔ اقوام و مذاہب کا یہ ہمہ گیر اختلاف اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان معاملات میں انسانی عقل فیصلہ کن نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ اب ایسے عقلی دلائل پیش کیے جاتے ہیں جن سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ ان امور کی صحیح معرفت کے لیے خالقِ کائنات کی وحی اور اس کا کلام، یعنی قرآنِ مجید، ناگزیر ہے۔ اس لئے اس کی تفسیر کرنے میں تفکّر و تدبّر کے اصول وضع کئے جائیں تاکہ انسان کی سعادت اور شقاوت کے اصول اس طرح قطعی طور پر متعین ہو جائیں کہ ان میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش باقی نہ رہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ :

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا۔[26]

(اور ہم قرآن میں وہ چیز نازل فرما رہے ہیں جو ایمان والوں کے لئے شفاء اور رحمت ہے اور ظالموں کے لئے تو صرف نقصان ہی میں اضافہ کر رہا ہے۔)

دوسرے الفاظ میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے کہ ہم نے قرآن کو اس لئے نازل کیا بشری کمزوریوں کو دور کیا جائے اور ایمان والوں کے لئے سامانِ رحمت و قوت مہیا کرے لیکن کفار کے متعصب ہونے کی وجہ سے یہی قرآن ان کے لئے نقصان کا باعث بن جاتا ہے۔ اس لئے لازم ہے کہ قرآن مجید کی تفسیر میں تفکّر و تدبّر میں یہ اصول پیشِ نظر رکھا جائے اور اس بات کی طرف متوجہ کیا جائے کہ انسان کی تمام تر سرگرمیاں چاہے وہ مذہبی ہوں، معاشی ہوں۔ معاشرتی اور سماجی ہوں سب کے رہنمائی کے اصول قرآن مجید سے اخذ کئے جائیں کیوں کہ جو تربیت و اخلاق کا انداز و اسلوب کلام اللہ کا ہے وہ کسی اور کا

ہو ہی نہیں سکتا۔ قرآن بنی آدم کی حیات سے متعلق جو اصول دیتا ہے اس کی تین صورتیں بنتی ہیں جس سے اندازہ ہوتا کہ قرآن مجید کی تفسیر کرتے ہوئے تفکّر و تدبّر کے مندرجہ ذیل اصولوں کو پیش نظر رکھا جائے۔

1: بقا کے اصول:

یعنی قرآن مجید انسان کی صرف اس دنیاوی کے بارے میں ہی رہنمائی نہیں کرتا کہ وہ اس دنیا میں بظاہر ایک کامیاب زندگی گزار کر چلا جائے اور بعدہ اس کا ذکر معدوم ہو جائے، حالانکہ ابدی اور لازوال چیزیں اللہ اور اس کی صفات ہیں جن سے انسان کے ساتھ قابلِ اتصال ہونا صرف اللہ کا وصف کلامِ الٰہی ہے جو اپنی ابدیت کی وجہ سے انسان کے لئے دوامِ حیات اور بقاء کا ضامن بن سکتا ہے۔ اس کے لئے الہامی تعلیمات کا ہونا ضروری ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۭ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔[27]

(جو (مال وزر) تمہارے پاس ہے فنا ہو جائے گا اور جو اللہ کے پاس ہے باقی رہنے والا ہے، اور ہم ان لوگوں کو جنہوں نے صبر کیا ضرور ان کا اجر عطا فرمائیں گے ان کے اچھے اعمال کے عوض جو وہ انجام دیتے رہے تھے۔)

امام ابنِ کثیر لکھتے ہیں:

ای یفرغ وینقضی فانه الی اجل معدود محصور مقدر متناه " وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۭ " ای وثوابه لکم فی الجنة باق لا انقطاع ولا نفاد له، فانه دائم لا یحول ولا یزول۔" وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ" قسم من الرب تعالیٰ مؤکد بالام ، انه یجازی الصابرین باحسن اعمالهم ، ای ویتجاوز عن سئیها۔[28]

جو اللہ کی اس بات پر یقین رکھے' اسی کا طالب رہے اور حکم الٰہی کی پابندی کے ماتحت اپنے وعدوں کی نگہبانی کرے' اس کے لئے جو اجر و ثواب اللہ کے پاس ہے' وہ ساری دنیا سے بہت زیادہ اور بہت بہتر ہے- اسے اچھی طرح جان لو' نادانی سے ایسا نہ کرو کہ ثواب آخرت ضائع ہو جائے بلکہ لینے کے دینے پڑ جائیں- سنو' دنیا کی نعمتیں زائل ہونے والی ہیں اور آخرت کی نعمتیں لازوال اور ابدی ہیں- مجھے قسم ہے جن لوگوں نے دنیا میں صبر کیا' میں انہیں قیامت کے دن ان کے بہترین اعمال کا نہایت اعلیٰ صلہ عطا فرماؤں گا اور انہیں بخش دوں گا-

مطلب ایسی فکر کو پیش کیا جائے کہ انسان کا روحانی تعلق اپنے خالق و مالک سے ترغیب و ترھیب کی وجہ سے جڑ جائے۔ تعمیرِ انسانیت کے حوالے سے جتنی بھی اصلاحات قرآن و سنت کی روشنی میں آسکتی ہیں ان کی فکر لازمی دی جائے۔ کیوں کہ تفسیرِ قرآن کا اصل مدعا تو انسان کی کامیابی ہے۔ ایک انسان کی زندگی کے جتنے بھی شعبے ہیں ان سب میں کامیاب کیسے ہونا ہے اللہ سبحانہ وعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ نے مکمل رہنمائی عطا کی ہے۔

2: قانونی اصول:

انسان معاشرتی حیوان ہے اور اس کے زندگی میں ایسے معاملات پیش آتے ہیں جن کے قانونی چارہ جوئی کی ضرورت ہوتی ہے ۔حاکمِ مطلق کے سوا کس کا حکم انسانیت کے لئے مفید ہو سکتا ہے؟اس لئے ضروری ہے کہ تفسیرِ قرآن کرتے ہوئے اس بات پر تفکّر وتدبّر کیا جائے کہ کیسے قانونی اصلاحات بروئے کار لائی جائیں تاکہ امن وسلامتی کو فروغ ملے اور ہر ایک اس کا حق ملے۔ جیسا کہ ارشادِ پاک ہے:

اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ۭوَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ۔[29]

(کیا یہ لوگ (زمانۂ) جاہلیت کا قانون چاہتے ہیں، اور یقین رکھنے والی قوم کے لئے حکم (دینے) میں اللہ سے بہتر کون ہو سکتا ہے۔)

یہاں ایک بات جو انتہائی اہمیت کی حامل ہے وہ یہ ہے کہ ایک مفسّر جب ان آیات کی تفسیر کرنے لگے جن میں قانون اور قانونی تعزیرات کے بارے میں لکھنا چاہے تو اس کو چاہیے کہ وہ فقط اپنے علم پر اکتفانہ کرے بلکہ اس کے لئے کسی قانون دان سے وہ کوئی پروفیسر ہو سکتا، کوئی وکیل اور جج بھی ہو سکتا ہے۔ان سے مدد لینے میں باک نہیں ہونا چاہیے۔بہت سارے ایسے مقامات ہوتے ہیں جہاں لازمی طور پر قانون دانی کا علم ہونا ضروری ہوتا ہے۔میرا مقصد یہ ہے کہ قانون کے حوالے سے بات ہو تو تفسیرِ قرآن میں ایسی افکار اجاگر کئے جائیں کہ قاری کو یہ محسوس ہو کہ یہ (قرآن) تو قانون کی کتاب ہے۔

3:معیشت کے اصول:

جسم اور روح سے مرکب انسان کی سب سے بڑی ضرورت غذا ہے اور اس کی خاطر اپنے سارے معاملات کا دارومدار اس پر ہی ٹھہراتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ۔[30]

(اور اُس نے تمہارے لئے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، سب کو اپنی طرف سے (نظام کے تحت) مسخر کر دیا ہے، بیشک اس میں اُن لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو غور وفکر کرتے ہیں۔)

تفسیرِ قرآن میں جب وہ آیات آئیں جن میں معاشی سرگرمیوں سے متعلق ذکر کیا گیا ہے، اسی کی ضمن میں وہ آیات بھی آجاتی ہیں جو تجارت اور بیع ولین کے دین کے معاملات سے متعلقہ ہیں ان میں تفکّر وتدبّر کے لئے معیشت کی تمام تر تفصیل وتوضیح کو علمِ معیشت کے ساتھ منسلک کیا جائے تاکہ خاطر خواہ فوائد وثمرات حاصل ہو سکیں۔سرمدی انعامات کی بات ہو تو تفسیرِ قرآن میں ایسی جھلک نظر آئے کہ پڑھنے والے کے دل ودماغ یہ ثبت ہو جائے کہ ساری کائنات میرے لئے ہے اور میں فقط اپنے رب کے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کیا جائے۔

صداقۃ القرآن:

تفسیرِ قرآن کرتے وقت اس اصول کو بھی پیشِ نظر رکھا جائے کہ قاری کے دل ودماغ میں یہ بات راسخ ہوتی چلی جائے کہ قرآن میں جس موضوع پر بھی بات ہوئی ہے وہ اس قدر مؤثر ہے کہ دل ودماغ تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ قرآن کا ایک ایک

حرف صداقت پر مبنی ہے اور یہ کتاب بلاشک وشبہ سچے رب کی طرف سے سچے رسول ﷺ کی طرف آئی ہے۔ اور اس بات کو اجاگر کیا جائے کہ قرآن مجید نے اپنی تعلیمات اور نظم کی وجہ سے پوری عالَم کو عاجز کر دیا ہے۔ عصرِ حاضر میں لکھی جانے والی تفاسیر کے لئے یہ بات ضروری ہے اہلِ مغرب (مستشرقین Orientalists) کے قرآن مجید کے بارے میں جو نظریات ہیں ان کی تردید کی جائے تا کہ اُن کی طرف سے پھیلائے جانے والے شکوک وشبہات کا تدارک ہو سکے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ وَیُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِیْرًا۔[31]

(بے شک یہ قرآن اس (منزل) کی طرف رہنمائی کرتا ہے جو سب سے درست ہے اور ان مومنوں کو جو نیک عمل کرتے ہیں اس بات کی خوشخبری سناتا ہے کہ ان کے لئے بڑا اجر ہے۔)

علامہ عبدالرحمٰن کیلانیؒ لکھتے ہیں:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن مجید کے متعلق دو اہم باتیں ارشاد فرمائیں کہ ایک یہ کہ تم دینی اور دنیاوی معاملات میں جو کچھ بھی اچھے سے اچھے دستور اور منزل مقصود کا جو راستہ سب سے سیدھا ہے اس کی طرف یہ قرآن رہنمائی کرتا ہے۔ قرآن نے انسان کی ہدایت پھر اس کی سعادت اور شقاوت سے متعلق کوئی بات نہیں چھوڑی۔ دوسرے یہ کہ اچھے اور برے کاموں کے انجام سے بھی پوری تفصیل سے آگاہ کرتا ہے جس کی اہمیت کا اندازہ آخرت میں ہو گا۔ قرآن مجید سب سے بہترین کلام کیسے ہے اس کا اندازہ حدیثِ مبارکہ سے کیجئے:۔

عَنِ الْحَارِثِ، قَالَ: مَرَرْتُ فِي الْمَسْجِدِ فَإِذَا النَّاسُ يَخُوضُونَ فِي الْأَحَادِيثِ، فَدَخَلْتُ عَلَى عَلِيٍّ، فَقُلْتُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، أَلَا تَرَى أَنَّ النَّاسَ قَدْ خَاضُوا فِي الْأَحَادِيثِ، قَالَ: وَقَدْ فَعَلُوهَا ؟، قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: أَمَا إِنِّي قَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ:أَلَا إِنَّهَا سَتَكُونُ فِتْنَةٌ، فَقُلْتُ: مَا الْمَخْرَجُ مِنْهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ ؟ قَالَ: كِتَابُ اللَّهِ فِيهِ نَبَأُ مَا كَانَ قَبْلَكُمْ، وَخَبَرُ مَا بَعْدَكُمْ، وَحُكْمُ مَا بَيْنَكُمْ، وَهُوَ الْفَصْلُ لَيْسَ بِالْهَزْلِ، مَنْ تَرَكَهُ مِنْ جَبَّارٍ قَصَمَهُ اللَّهُ، وَمَنِ ابْتَغَى الْهُدَى فِي غَيْرِهِ أَضَلَّهُ اللَّهُ، وَهُوَ حَبْلُ اللَّهِ الْمَتِينُ، وَهُوَ الذِّكْرُ الْحَكِيمُ، وَهُوَ الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيمُ، هُوَ الَّذِي لَا تَزِيغُ بِهِ الْأَهْوَاءُ وَلَا تَلْتَبِسُ بِهِ الْأَلْسِنَةُ، وَلَا يَشْبَعُ مِنْهُ الْعُلَمَاءُ وَلَا يَخْلَقُ عَلَى كَثْرَةِ الرَّدِّ، وَلَا تَنْقَضِي عَجَائِبُهُ، هُوَ الَّذِي لَمْ تَنْتَهِ الْجِنُّ إِذْ سَمِعَتْهُ حَتَّى قَالُوا: إِنَّا سَمِعْنَا قُرْءَانًا عَجَبًا ۔يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ سورة الجن [32]مَنْ قَالَ بِهِ صَدَقَ، وَمَنْ عَمِلَ بِهِ أُجِرَ، وَمَنْ حَكَمَ بِهِ عَدَلَ، وَمَنْ دَعَا إِلَيْهِ هَدَى إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ خُذْهَا إِلَيْكَ يَا أَعْوَرُ۔[33]

حضرت حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مسجد میں گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ لوگ گپ شپ اور قصہ کہانیوں میں مشغول ہیں، میں علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا۔ میں نے کہا: امیر المؤمنین! کیا آپ دیکھ نہیں رہے ہیں کہ لوگ لایعنی باتوں میں پڑے ہوئے ہیں؟۔ انہوں نے کہا: کیا واقعی وہ ایسا کر رہے ہیں؟ میں نے کہا: ہاں، انہوں نے کہا: مگر میں نے تو رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: "عنقریب کوئی فتنہ برپا ہوگا"، میں نے کہا: اس فتنہ سے بچنے کی صورت کیا ہوگی؟ اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: "کتاب اللہ، اس میں تم سے پہلے کے لوگوں اور قوموں کی خبریں ہیں اور بعد کے لوگوں کی بھی خبریں ہیں، اور تمہارے درمیان کے امور و معاملات کا حکم و فیصلہ بھی اس میں موجود ہے، اور وہ دوٹوک فیصلہ کرنے والا ہے، ہنسی مذاق کی چیز نہیں ہے۔ جس نے اسے سرکشی سے چھوڑ دیا اللہ اسے توڑ دے گا اور جو اسے چھوڑ کر کہیں اور ہدایت تلاش کرے گا اللہ اسے گمراہ کر دے گا۔ وہ (قرآن) اللہ کی مضبوط رسی ہے یہ وہ حکمت بھرا ذکر ہے، وہ سیدھا راستہ ہے، وہ ہے جس کی وجہ سے خواہشیں ادھر ادھر نہیں بھٹک پاتی ہیں، جس کی وجہ سے زبانیں نہیں لڑکھڑاتیں، اور علماء کو (خواہ کتنا ہی اسے پڑھیں) آسودگی نہیں ہوتی، اس کے بار بار پڑھنے اور تکرار سے بھی وہ پرانا (اور بے مزہ) نہیں ہوتا۔ اور اس کی انوکھی (وقیمتی) باتیں ختم نہیں ہوتیں، اور وہ قرآن وہ ہے جسے سن کر جن خاموش نہ رہ سکے بلکہ پکار اٹھے: ہم نے ایک عجیب (انوکھا) قرآن سنا ہے جو بھلائی کا راستہ دکھاتا ہے، تو ہم اس پر ایمان لے آئے، جو اس کے مطابق بولے گا اس کے مطابق عمل کرے گا اسے اجر و ثواب دیا جائے گا۔ اور جس نے اس کے مطابق فیصلہ کیا اس نے انصاف کیا اور جس نے اس کی طرف بلایا اس نے اس نے سیدھے راستے کی ہدایت دی۔ اعور! ان اچھی باتوں کا خیال رکھو۔

مبہمات القرآن:

قرآن کریم کے اندر وہ مقامات جہاں اچھی خاصی غور و فکر کی ضرورت ہے، جہاں بات کو آسان الفاظ میں بیان کرنے کی اشد ضرورت ہو وہاں سہل پسندی کو مقدّم رکھا جائے۔ اور اسی طرح قرآن مجید کے اسرار و رموز کے واضح کیا جائے مبہم بات کو واضح انداز میں بیان کیا جائے۔

کیوں کہ قرآن مجید جہاں بھی ایسے مقامات ہیں جہاں ایک صاحبِ علم (اہل الذکر) ہی وضاحت کر سکتے ہیں وہاں ان کو چاہیے کہ ان گتھیوں کو آسان فہم انداز میں سُلجھایا جائے تا کہ فتنہ پروری کا خاتمہ ہو۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ۭ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاۗءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاۗءَ تَاْوِيْلِهٖ څ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ڤ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔[34]

(وہی ہے جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی جس میں سے کچھ آیتیں محکم (یعنی ظاہراً بھی صاف اور واضح معنی رکھنے والی) ہیں وہی (احکام) کتاب کی بنیاد ہیں اور دوسری آیتیں متشابہ (یعنی معنی میں کئی احتمال اور اشتباہ رکھنے والی) ہیں، سو وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے اس میں سے صرف متشابہات کی پیروی کرتے ہیں (فقط) فتنہ پروری کی خواہش کے زیرِ اثر اور اصل مراد کی

بجائے من پسند معنی مراد لینے کی غرض سے، اور اس کی اصل مراد کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اور علم میں کامل پختگی رکھنے والے کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے، ساری (کتاب) ہمارے رب کی طرف سے اتری ہے، اور نصیحت صرف اہلِ دانش کو ہی نصیب ہوتی ہے۔)

"مبہمات القرآن" کو عرفِ عام میں مفسرین کے زبان میں "مشکل القرآن یا غرائب القرآن" کے نام سے لکھا سنا جاتا ہے۔ جیسا کہ "غرائب القرآن ور غائب الفرقان"[35] شمس الحق افغانیؒ نے اس بارے میں لکھا ہے کہ خاص طور پر وجودِ باری تعالیٰ کے بارے میں جہاں جہاں آیا ہے ان مقامات میں عقلی و نقلی دلائل پیش کریں تا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی وحدایت و یکتایت کو واضح کیا جائے۔[36] جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

وَهُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْهٰرًا ۭ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ۔[37]

(اور وہی ہے جس نے (گولائی کے باوجود) زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ اور دریا بنائے، اور ہر قسم کے پھلوں میں (بھی) اس نے دو دو (جنسوں کے) جوڑے بنائے (وہی) رات سے دن کو ڈھانک لیتا ہے، بیشک اس میں تفکّر کرنے والوں کے لئے (بہت) نشانیاں ہیں۔)

علامہ عبد الرحمٰن کیلانیؒ لکھتے ہیں:

> "جو ہستی اس نظامِ کائنات کو ایسے تناسب، عدل اور حکمت سے چلا رہی ہے کیا وہ انسان کو ایسا ہی بے لگام چھوڑ سکتی ہے کہ وہ اس دنیا میں جو کچھ کرنا چاہے کرتا پھرے اور اس سے کچھ مؤاخذہ نہ کیا جائے۔ لہٰذا اللہ کے عدل اور حکمت کا تقاضا یہی ہے کہ جن لوگوں نے اپنی ساری زندگی ظلم و ستم ڈھانے میں گزاری ہے ان کو اُن کی بدکرداریوں کی سزا ملے۔ اسی طرح جن لوگوں نے اپنے آپ کو ساری زندگی مین اللہ تعالیٰ کی حدود و قیود میں جکڑے رکھا انہیں اس کا بدلہ بھی ضرور دیا جائے۔ اس دنیا میں چونکہ انسان کی عمر بھی تھوڑی ہے، لہٰذا از روئے عدل و حکمت دوسری زندگی کا قیام ضروری ہے"[38]

مندرجہ بالا اقتباس میں دیکھیں کی مصنف علیہ الرحمہ نے اس آیت میں جو کہ تخلیق کائنات اور نعمِ ابدی سے متعلقہ ہے، اس آیت جہاں انسان کو اخلاقی و معاشرتی فکر دی ہے، عدل و انصاف کا پیغام دیا ہے، آخرت کی فکر دی اور اس عمرِ ناپائیدار کی طرف اشارہ کیا ہے وہاں اللہ کی بارگاہ میں انسان کو پیش کیا تا کہ انسان کا بہر حال تعلق اپنے خالق و مالک کے ساتھ رہے اور اس کا صحیح معنوں میں بندہ بن کر رہے۔ اصل میں ایک مفسّر میں یہی اوصاف ہونے چاہیے۔

احکام القرآن:

قرآن مجید میں فقہی مسائل کو بیان کیا گیا ہے مگر ان کے تشریح و توضیح کے لئے احادیثِ نبویہ ﷺ، اقوالِ صحابہ رضی اللہ عنھم اور سلف صالحین کے منہج کے روشنی میں تفکّر و تدبّر کی جائے تا کہ امت کے لئے ان مسائل کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ کسی بھی

اختلافی مسئلہ میں اعتدال پسندی اور مواقت و تطبیق کی طرف رجوع کیا جائے۔ اور دیکھا جائے کہ دورِ حاضر کے شبہات کے جوابات کس انداز میں دیئے جائیں تاکہ اصلاحِ امت ہو۔

عالمگیر مساوات (بین المذاہب ہم آہنگی):

قرآن مجید عالمین کے ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ اس لئے لازم ہے کہ ایکمفسّر تفکّر و تدبّر کو اس انداز میں بروئے کار لائے کہ عصرِ حاضر میں بین المذاہب ہم آہنگی کو فروغ ملے۔ جیسا کہ ارشاد پاک ہے:

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰي عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا۔[39]

(وہ اللہ) بڑی برکت والا ہے جس نے (حق و باطل میں فرق اور) فیصلہ کرنے والا (قرآن) اپنے (محبوب و مقرّب) بندہ پر نازل فرمایا تاکہ وہ تمام جہانوں کے لئے ڈر سنانے والا ہو جائے۔)

ایک اور مقام پر اسی بات کو اللہ جل شانہ نے باہمی مساوات کے حوالے سے ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ڮ وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ۔[40]

(بیشک یہ تمہاری ملت ہے (سب) ایک ہی ملت ہے اور میں تمہارا رب ہوں پس تم میری (ہی) عبادت کیا کرو)

اس آیت میں روئے زمین کے تمام لوگوں سے خطاب ہے۔ امت اس قوم یا لوگوں کی اس جماعت کو کہتے ہیں جو دین واحد پر مجتمع ہو پھر اس کے مفہوم میں وسعت دے کر نفس دین پر بھی امت کا اطلاق کیا جاتا ہے اور یہاں مراد یہ ہے کہ روئے زمین کے تمام لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ملت اور ایک دین کی دعوت دی گئی ہے اور تمام انبیاء (علیہم السلام) نے اسی دین کی دعوت دی ہے اور سب کا دین اسلام ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا۔اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ۔اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ۔[41]

(اے لوگو! ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا فرمایا اور ہم نے تمہیں (بڑی بڑی) قوموں اور قبیلوں میں (تقسیم) کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بیشک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ باعزت وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہو، بیشک اللہ خوب جاننے والا خوب خبر رکھنے والا ہے۔)

رواداری کے سلسلے میں یہ آیت بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے کہ رواداری کو عدل کا مترادف قرار دیا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ مذہب، تہذیب، ثقافت، زبان رنگ و نسل میں اختلاف رکھنے والے ہر شخص کے ساتھ خواہ وہ دوست ہو یا دشمن اس کے ساتھ آپ عدل و انصاف کا معاملہ کرے اس کے مذہب وغیرہ کی وجہ سے اس کے ساتھ کوئی امتیازی سلوک نہ کیا جائے نہ کسی طرح کی زیادتی یا ظلم روا رکھا جائے آیت کریمہ کا مطلب یہی ہے کہ کسی قوم سے تمہاری عداوت اور دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف چھوڑ دو بلکہ تم کو تو ہر حال میں انصاف ہی کرنا ہے۔

مزید وضاحت کے لئے یہ آیت پاک کافی ہے کہ قرآن مجید باہمی یگانگت کی فکر دیتا ہے۔ایسی تدابیر اختیار کی جائیں عالمی بھائی چارے کو فروغ ملے:

وَ لَوۡ شَآءَ رَبُّکَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ لَا یَزَالُوۡنَ مُخۡتَلِفِیۡنَ۔[42]

(اور اگر آپ کا رب چاہتا تو تمام لوگوں کو ایک ہی امت بنا دیتا (مگر اس نے جبراً ایسا نہ کیا بلکہ سب کو مذہب کے اختیار کرنے میں آزادی دی) اور (اب) یہ لوگ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے)

س آیت کریمہ میں جس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے وہ بھی رواداری کی ایک اہم بنیاد ہے کہ ہر شخص کے پیش نظر یہ بات رہنی چاہیے کہ مختلف طبقات میں جو مذہبی اور فکری اختلاف ہے وہ فطری ہے اس کو ختم نہیں کیا جا سکتا اس لیے فراغ دلی کا مظاہرہ کیا جائے اور دوسروں کے مذہبی عقائد و نظریات وغیرہ کو برداشت کرنے کا حوصلہ پیدا کیا جائے اور ان کے ساتھ مذہبی، سیاسی، فکری اور علمی رواداری کا معاملہ کیا جائے۔

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ لکھتے ہیں:

> "اس کے نزول سے حق و باطل میں اختلاط والتباس کا رور ختم ہو گیا۔ اس لیے یہاں قرآن کی یہی صفت کہ یہ "الفرقان" ہے بیان کی گئی۔ اس کا نزول اس عبد کامل پر ہوا جہاں عبودیت کی انتہا ہو جاتی ہے۔ عبودیت کے اس اعلیٰ وارفع مقام پر صرف اسی محبوب کی رسائی ہے۔ اور اس کے نزول کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ محبوب ترین اور اکمل ترین بندہ سارے جہانوں کو اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی کے خوفناک انجام سے بروقت متنبہ فرمادے۔ کیونکہ یہاں روئے سخن سرکشوں اور معاندین کی طرف ہے اس لیے یہاں حضور ﷺ کی صفت نذیری کا بیان ہی مناسب تھا۔ 'للعالمین' کے لفظ سے واضح ہو گیا کہ حضور ﷺ کی نبوت ورسالت، مکان و زمان کی حدود سے آشنا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں جو کچھ ہے سب کے لیے آپ رسول ہیں اور جب تک یہ عالم برقرار رہے گا حضور ﷺ کی رسالت کا پرچم لہراتا رہے گا"[43]

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا ہے:

قُلۡ یٰۤاَهۡلَ الۡکِتٰبِ تَعَالَوۡا اِلٰی کَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَیۡنَنَا وَبَیۡنَکُمۡ اَلَّا نَعۡبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشۡرِكَ بِهٖ شَیۡـًٔا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعۡضُنَا بَعۡضًا اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَقُوۡلُوا اشۡهَدُوۡا بِاَنَّا مُسۡلِمُوۡنَ۔[44]

(آپ فرما دیں: اے اہلِ کتاب! تم اس بات کی طرف آجاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے، (وہ یہ) کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کریں گے اور ہم اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کو اللہ کے سوا رب نہیں بنائے گا، پھر اگر وہ روگردانی کریں تو کہہ دو کہ گواہ ہو جاؤ کہ ہم تو اللہ کے تابع فرمان (مسلمان) ہیں۔)

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

الۗرٰ ۣ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ڏ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ۔[45]

(الف، لام، را (حقیقی معنی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں)، یہ (عظیم) کتاب ہے جسے ہم نے آپ کی طرف اتارا ہے تاکہ آپ لوگوں کو (کفر کی) تاریکیوں سے نکال کر (ایمان کے) نور کی جانب لے آئیں (مزید یہ کہ) ان کے رب کے حکم سے اس کی راہ کی طرف (لائیں) جو غلبہ والا سب خوبیوں والا ہے)

مندرجہ بالا آیات تقاضا کرتی ہیں کہ پوری دنیا کو قرآن کی تعلیمات سے روشناس کیا جائے کیوں کہ قرآن مجید پوری نوعِ انسانی کی ہدایت ورہنمائی کے نازل کیا گیا ہے۔ اسی مقصد کے پیشِ نظر عالمگیر ہدایت کے اصولوں کو اپنایا جائے۔

نتائج

اس ریسرچ آرٹیکل میں قرآن مجید کی تفسیر کرنے کے حوالے سے تفکّر و تدبّر کے اصولوں کو کچھ اس انداز سے بیان کیا ہے کہ کہ قرآن مجید کی تفسیر کے لئے ایک منہج اور اصول موجود ہیں جن کے تناظر میں تحقیق کی جا رہی ہے، وہ اصول جن کو قریباً ہر مفسّر مقدمہ میں بیان بھی کرتا ہے کہ جیسا کہ جیسے قرآن، آحادیث، آثارِ صحابہ و تابعین، لغات عرب وغیرہ، اگر کسی مفسّر نے مقدمہ میں بیان نہیں بھی کیا تو بھی اس کے پیشِ نظر یہی اصول ہوتے ہیں۔ اس ریسرچ آرٹیکل میں مذکورہ اصولوں کے ذیلی اصول بیان کئے ہیں کہ قرآن مجید کی آیات میں بیان کردہ مضامین کے مفاہیم کو مدِ نظر رکھ کر تفسیرِ قرآن میں غور و خوض کیا جائے۔ جس موضوع اور جس علم سے متعلق آیت کا مفہوم ہو اسی کے تناظر میں سب سے پہلے سلف صالحین کے طریقہ کار کو لیا جائے پھر عقلی و نقلی دلائل سے تفکّر و تدبّر کا وہ اصول اپنایا جائے کہ آیت احکام سے متعلقہ ہو، وعدہ وعید سے متعلقہ ہو یا قصص سے متعلق ہو اس کو توحید کے ساتھ جوڑا جائے اور بنی نوع آدم کا رشتہ اس کے معبودِ حقیقی سے جوڑا جائے، ساتھ قرآن مجید اللہ کا سچا کلام ہے اس کے بارے میں غیر مسلموں کی طرف سے جو اعتراضات پائے جاتے ہیں ان کا ساتھ ساتھ تدارک کیا جائے۔ خاص کر مفسّرین کی توجہ مبذول کروائی ہے کہ قرآن مجید میں جن جن علوم کو ذکر کیا گیا، جس جس شعبے کو ذکر کیا ہے قرآن مجید کی اُن آیات کی تفسیر کرتے ہوئے اُس علم کے ماہرین سے مشاورت کو لازم پکڑا جائے تاکہ اس موضوع پر سیر حاصل بحث کی جا سکے۔ مثال کے طور پر اجرامِ فلکی کی بات ہو تو ماہرِ فلکیات سے رائے لی جا سکتی ہے، اگر بات معیشت و سائنس کی ہو تو ماہر معیشت دانوں اور سائنسدانوں سے معاونت لی جا سکتی ہے۔ تفسیرِ قرآن میں تفکّر و تدبّر کے ان اصولوں کو اپنانے کی طرف رہنمائی کی ہے۔

سفارشات:

☆ دینی مدارس اور عصری جامعات کے نصاب میں اصولِ تدبّر قرآن کے عنوان سے ایک مستقل، مرحلہ وار اور کریڈٹ بیسڈ مضمون شامل کیا جائے، جس میں اصولِ تفسیر، مناہجِ مفسرین، نظمِ قرآن، فہمِ سیاق و سباق، اور تدبّر کی شرعی حدود کو باقاعدہ طور پر پڑھایا جائے، تاکہ طلبہ میں غیر منضبط فکری رجحانات کی بجائے اصولی اور ذمہ دار قرآنی فہم پروان چڑھے۔

☆ جدید فکری، سماجی، اخلاقی اور تمدنی مسائل کے حل کے لیے انفرادی تدبّر کے بجائے اجتماعی اور ادارہ جاتی تدبّر کو فروغ دیا جائے، جس کے تحت اہلِ علم، مفسرین، فقہاء، ماہرینِ سماجیات اور معاصر علوم کے ماہرین پر مشتمل علمی فورمز، ریسرچ سینٹرز اور قرآنی کونسلیں قائم کی جائیں، تاکہ قرآن کی آفاقی ہدایات کو عصرِ حاضر کے مسائل پر منہجی اور متوازن انداز میں منطبق کیا جا سکے۔

☆ عام مسلمانوں کے لیے تدبّر قرآن کے حوالے سے ایسی تربیتی سرگرمیوں کا اہتمام کیا جائے جو علمی گہرائی کے ساتھ ساتھ فہم میں سادگی رکھتی ہوں، مثلاً مختصر کورسز، خطبات، دروسِ قرآن، آن لائن پلیٹ فارمز اور رہنما کتابچوں کے ذریعے عوام کو یہ شعور دیا جائے کہ تدبّر کس طرح کیا جائے، اس کی شرعی حدود کیا ہیں، اور ذاتی آراء کو قطعی دینی مفہوم سمجھنے سے کیسے بچا جائے، تاکہ عوام میں قرآن فہمی کے ساتھ ساتھ فکری اعتدال بھی پیدا ہو۔

حوالہ جات

[1] سورہ یونس(10):101
[2] سورۃ الاعراف(07):185
[3] سورۃ القمر(57):32
[4] سورۃ النسآء(04):82
[5] ترمذی، امام، ابو عیسیٰ، محمد بن عیسیٰ، سنن ترمذی (بیروت: دار الکتاب العربی، 2005ء) کتاب تفسیر القرآن، باب ماجاء فی الذی یفسر القرآن برایئہ، حدیث#2951-
[6] ڈاکٹر محمد واسع ظفر، ماہنامہ عالمی ترجمان القرآن جون 2022ء ص15-21۔
[7] جسٹس، عثمانی، مفتی، محمد تقی، اسلام اور دورِ حاضر کے شبہات و مغالطے (کراچی: زمزم پبلشرز، 2022ء،)ص53-
[8] محمد ساجد سلیم، لیکچرار دارالمدینہ انٹرنیشنل یونیورسٹی اسلام آباد (اسلام آباد: میگزین جہانِ تحقیق، 2024)ص177-183
[9] اصلاحی، مولانا امین احسن، تدبر قرآن (لاہور: فاران فاؤنڈیشن لاہور 2006ء) ج1، ص27-
[10] آلوسی، السید محمود، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسباع المثانی (کوئٹہ: مکتبہ رشیدیہ، س ن) ج1، ص9-
[11] زرکشی، بدرالدین، البرھان فی علوم القرآن (بیروت لبنان: دارالمعرفہ، 1990ء) ج1، ص104-
[12] پانی پتی، قاضی، محمد ثناءاللہ، تفسیرِ مظہری (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، 2010ء) ج1، ص29-
[13] راغب اصفہانی، مفردات القرآن، ج2، ص240۔
[14] پانی پتی، قاضی، محمد ثناءاللہ، تفسیرِ مظہری، ج1، ص27-
[15] سورۃ الفرقان، (25):33
[16] جسٹس، عثمانی، مفتی محمد تقی، اسلام اور دورِ حاضر کے شبہات و مغالطے، ص53-
[17] غازی، محمود، ڈاکٹر، محاضراتِ قرآنی (لاہور: الفیصل ناشران، 2016ء) ص135-
[18] اصفہانیؒ، امام راغب، مفردات القرآن (لاہور: اسلامی اکادمی، س ن) ج2، ص250-

[19] الافریقی، ابنِ منظور، جمال الدین محمد بن مکرم، لسان العرب (بیروت: دار الصادر، س ن) ج6، ص211-
[20] لوئس معلوف، المنجد (لاہور: خزینۂ علم وادب، س ن) ص653-
[21] اصفہانیؒ، امام راغب، مفردات القرآن، ج1، ص356۔
[22] سورۃ النازعات(79):05
[23] الافریقی، ابنِ منظور، جمال الدین محمد بن مکرم، لسان العرب ج5، ص212۔
[24] سورۃ البقرۃ(02):26
[25] افغانی، مولانا، شمس الحق۔ علوم القرآن (لاہور: البیان ناشران و تاجران کتب، 2015ء) ص11۔
[26] سورہ بنی اسرائیل(17):82
[27] سورہ النحل(16):96
[28] ابنِ کثیر، الامام، الحافظ ابی الفداء اسماعیل بن کثیر، تفسیر القرآن العظیم (بیروت لبنان: المکتبۃ العصریہ، 2011ء) ج2، ص537-
[29] سورہ المآئدہ(05):50
[30] سورہ الجاثیہ(45):13
[31] سورہ بنی اسرائیل(17):8
[32] سورۃ الجن(82):2،1
[33] ترمذی، امام، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، سنن ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی فضل القرآن، حدیث نمبر2906۔
[34] سورہ آل عمران(03):07
[35] نیشاپوری، قمی، محمد بن حسین غرائب القرآن ورغائب القرآن، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1416ھ) ج1، ص27۔
[36] افغانی، شمس الحق، علوم القرآن، ص149-
[37] سورہ الرعد(13):03
[38] کیلانیؒ، مولانا عبد الرحمٰن، تیسیر القرآن (لاہور: مکتبۃ السلام، س ن) ج2، ص424-
[39] سورۃ الفرقان(25):01
[40] سورۃ الانبیاء(21):92
[41] سورہ الحجرات(49):13
[42] سورہ ھود(11):118
[43] جسٹس، الازہری، محمد کرم شاہؒ، ضیاء القرآن، ج3، ص349-
[44] سورہ آل عمران(03):64
[45] سورہ ابراہیم(01):14